بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

بحرانی دور میں راہ عمل

قاضی حسین احمد

اس بارے میں دو آرا نہیں ہیں کہ پاکستان اور اُمت مسلمہ اس وقت ایک خطرناک بحرانی دور سے گزر رہے ہیں۔ ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات نے اس بحران میں شدت پیدا کی ہے لیکن موجودہ صورت حال پیدا کرنے کا منصوبہ اس سے کافی عرصے پہلے کا بنا ہوا ہے۔ سوویت یونین کے زوال کے بعد امریکہ اور مغربی دنیا کو نئے حریف کی تلاش ہوئی تو ان کے دانش وروں نے تہذیبوں کی جنگ کا نظریہ اختراع کیا۔ اس گھڑے ہوئے نظریے میں رنگ بھرنے کے لیے اسلام اور مسلمانوں کو خون ریزی، دہشت گردی، انتہا پسندی اور نامعقولیت کے ساتھ وابستہ کرنے کے لیے ابلاغی حملہ (میڈیا وار) شروع کیا گیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہرآلود پروپیگنڈا کیا گیا اور مغربی ذہن میں انھیں ہرطرح کی برائی کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا۔ تخریب کاری اور دہشت گردی کے ہر واقعے کو بلاتحقیق ان کے سر تھوپ دیا گیا اور مغربی ذہن کو اس طرح تیار کیا گیا کہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ہر الزام کو انھوں نے بلاتحقیق بے چون وچرا قبول کر لیا۔

ان حالات میں جب ۱۱ستمبر کو نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پنٹاگون پر حملہ ہوا تو فوری طور پر اس کا الزام ''القاعدہ'' کی نام نہاد تنظیم، اسامہ بن لادن اور طالبان پر لگا دیا گیا اور پاکستان کو ان کی پناہ گاہ ٹھیرا دیا گیا۔ چنانچہ ۱۳ستمبر ۲۰۰۱ء کی رات کو امریکہ کے صدر بش نے دھمکی آمیز لہجے میں صدر پرویز مشرف سے ٹیلی فون پر استفسار کیا کہ کیا وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں تعاون کریں گے یا اکیسویں صدی میں ترقی کی منزلیں طے کرنے کے بجائے پتھر کے زمانے کی طرف لوٹنا پسند کریں گے؟ پرویز مشرف صاحب نے مہلت مانگے بغیر، ساتھیوں سے مشورے کے بغیر، اور پڑوسی دوست ممالک کو مطلع کیے بغیر فوری طور پر وعدہ کر لیا کہ وہ ''دہشت گردی'' کے خلاف جنگ میں امریکہ کے اتحادی ہیں اور اسے لاجسٹک سپورٹ دیں گے

(لاجسٹک سپورٹ میں امریکی فوجیوں کے قیام کی سہولتیں' ہوائی اڈوں کی اور دیگر ہر طرح کی سہولتوں کی فراہمی شامل ہے)۔ انھیں خفیہ معلومات فراہم کریں گے' یعنی ان کی خاطر جاسوسی کریں گے اور اپنی تمام معلومات انھیں مہیا کریں گے' نیز اپنی فضائیں ان کے ہوائی جہازوں اور میزائلوں کے لیے کھول دیں گے۔

یہاں سے ہماری بدقسمتی کا آغاز ہوا۔ ہماری مغربی سرحد پر غیر ملکی افواج کا قبضہ ہو گیا۔ ہم اپنے بھائیوں کے قتل میں شریک ہوئے۔ سالہا سال کی قربانیوں کے بعد پاکستان کے عوام اور حکومت نے افغانیوں کا ساتھ دے کر جو کچھ حاصل کیا تھا وہ خوف یا لالچ کے عوض پرویز مشرف صاحب نے ایک ہی ٹیلی فون کال پر تج دیا۔

۱۶ ستمبر ۲۰۰۱ء کو پرویز مشرف صاحب نے قومی قیادت کو ملاقات کے لیے محض یہ اطلاع دینے کے لیے بلایا کہ وہ پاکستان کی آزادی اور خودمختاری سے دستبردار ہو چکے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ انھوں نے پاکستان کو ممکنہ تباہی سے بچانے اور کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کو جاری رکھنے اور بھارت امریکہ اتحاد سے بچنے کے لیے یہ فیصلہ کیا ہے۔

دینی جماعتوں کی قیادت نے بشمول جماعت اسلامی ان سے اتفاق نہیں کیا۔ ہم نے انھیں بتایا کہ وہ امریکی دھمکی اور طاقت کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اپنی آزادی اور خودمختاری سے دست بردار ہوئے ہیں۔ طالبان حکومت کے بعد انھیں مغربی سرحد پر ایک ناموافق صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انھیں بالآخر کشمیریوں کی جدوجہد کے ساتھ تعاون سے بھی منع کر دیا جائے گا۔ ان کو نیوکلیر پروگرام سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے اور انھیں اسرائیل کو تسلیم کرنے پر مجبور کر کے "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے عنوان سے اُمت مسلمہ اور اسلامی تحریکوں کے خلاف امریکی اور صہیونی مہم جوئی کا شریک کار بنایا جائے گا۔

بدقسمتی سے بعد میں آنے والے حالات نے ہمارے خدشات کو درست ثابت کیا ہے۔ پاکستانی فوج کو عوام سے الگ تھلگ کرنے کے لیے بعض جہادی تنظیموں پر پابندی لگا دی گئی۔ بغیر تحقیق کے ہر طرح کی تخریب کاری کا الزام پاکستان میں بھی جہادی تنظیموں پر لگایا جا رہا ہے حالانکہ پاکستان میں بھارتی ایجنسی "را" کی سرگرمیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ "را" موساد اور امریکی ایجنسیوں کا باہمی تعاون بھی کوئی پوشیدہ امر نہیں ہے۔ پاکستان میں ہر تخریبی کارروائی کے پیچھے ان ایجنسیوں کا ہاتھ ہوتا ہے اور اس کا مقصد پاکستان میں ایف بی آئی اور امریکی خفیہ اداروں کے عمل دخل کو بڑھانا ہے۔ چنانچہ اخباری اطلاعات کے مطابق اس وقت تک پاکستان میں ایف بی آئی کے ایک سو سے زیادہ مراکز قائم ہو چکے ہیں اور اس سال ان کی تعداد کو ۱۵۰ تک بڑھانا مقصود ہے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ ایک طرف امریکی خفیہ ایجنسیوں کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور دوسری طرف ان کا سفارتی اور تجارتی عملہ پاکستان سے نکل رہا ہے۔ دینی جماعتوں اور جہادی تنظیموں سے پاکستانی فوج کو الگ تھلگ کرنے کے علاوہ قبائلی علاقوں میں امریکی کمانڈو آپریشن اور بعض دینی مدارس پر چھاپوں میں پاکستان کے مسلح دستوں کے تعاون نے قبائل میں ناراضی پیدا کر دی ہے جو پاکستانی فوج کے لیے ''ریزرو فوج'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حکومت اور فوج سے عوام' قبائل' دینی تنظیموں اور جہادی قوتوں کو کاٹنے کی اس کوشش کے بعد امریکی اشیرباد پر بھارتی فوجیں ہماری سرحدوں پر چوکس کھڑی ہیں۔ بھارتی پارلیمنٹ نے حکومت کو متفقہ طور پر پاکستان پر حملہ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ بھارت کے آرمی چیف آف اسٹاف نے کہہ دیا ہے کہ وہ بھرپور حملہ کرنے کے لیے اشارے کے منتظر ہیں۔ بھارتی وزیراعظم واجپائی نے سری نگر پہنچ کر بھارتی فوجی دستوں سے خطاب کے ذریعے فیصلہ کن فتح تک جنگ کرنے کی دھمکی دے دی ہے۔ اس کے ساتھ ہی برطانیہ کے وزیر خارجہ اور امریکی وزیر دفاع نے بھارت اور پاکستان کا دورہ کر کے حکومت پاکستان سے کشمیری مجاہدین کی مدد سے دست بردار ہونے اور کنٹرول لائن کے آرپار آنے جانے پر پابندی لگانے کا مطالبہ کر دیا ہے۔ بھارت' اسرائیل' امریکہ' برطانیہ کی اس ملی بھگت کے سامنے پرویز مشرف صاحب نے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔ کنٹرول لائن پر کشمیری مجاہدین کی آمد و رفت پر پابندی لگانا ان کی لائف لائن کو کاٹنے کے مترادف ہے۔ اگرچہ کشمیری مجاہدین کی جدوجہد مقبوضہ کشمیر کے عوام اور وہاں کے نوجوانوں کی مرہون منت ہے لیکن پاکستان کے عوام اور حکومت کا اخلاقی اور قانونی فرض ہے کہ اس مزاحمت میں ان کا ساتھ دیں۔ پاکستان کی فوج یا حکومت کسی طرح بھی حق بجانب نہیں ہے کہ مقبوضہ کشمیر کے لوگوں پر آزاد کشمیر کی سرحد بند کر دے۔ کنٹرول لائن کو تقدس فراہم کرنا اور اسے بین الاقوامی سرحد کی حیثیت دینا کشمیری عوام کے ساتھ بے وفائی ہے۔ کشمیریوں کے جس عزم و ہمت کو بھارت اپنی ۷ لاکھ مسلح افواج سے نہیں توڑ سکا اب بین الاقوامی دباؤ اور فوجی حملے کا خوف دلا کر وہ یہ کوشش کر رہا ہے کہ پاکستان کی حکومت اور فوج کو کشمیریوں کے اس عزم و ہمت کو توڑنے میں اپنا شریک کار بنا لے۔ کشمیریوں کی مزاحمت کے خلاف بھارت کی کوششوں کا ساتھ دینا بدترین جرم ہوگا اور اگر پرویز مشرف حکومت اس کا ارتکاب کرتی ہے تو اسے اپنے قومی مفادات اور مصلحتوں کا سودا کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں کہا جا سکتا۔

امن بلاشبہہ انسانی ضرورت ہے۔ ایٹمی طاقتوں کے درمیان جنگ کا امکان ایک خوف ناک صورت حال ہے لیکن کیا یہ خوف صرف ہم کو لاحق ہونا چاہیے اور اس خوف کے پیش نظر کیا ہمیں اپنی آزادی و خودمختاری

اور کشمیر کے بارے میں اپنے برحق موقف سے دست بردار ہو جانا چاہیے؟ اب تک پرویز مشرف حکومت نے دھمکیوں کے آگے سپرڈال کر مسلسل قومی مفادات سے پسپائی اختیار کر رکھی ہے۔ چنانچہ بھارتی وزیراعظم واجپائی نے واشگاف طور پر کہہ دیا ہے کہ جنگ لڑے بغیر ہم نے اپنے اہداف حاصل کر لیے ہیں۔ کیا اب تک کے واقعات یہ ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں کہ امریکہ بھارت کے مقابلے میں پاکستان کو کوئی وقعت نہیں دے گا' چاہے ہم اس کی خوشنودی کی خاطر ہر ذلت گوارا کرنے پر تیار کیوں نہ ہو جائیں!

ہماری ایٹمی قوت کا کیا فائدہ' اگر اس کے ذریعے ہم بھارت کو جنگ سے باز نہ رکھ سکیں۔ اگر اپنی ایٹمی قوت کو بھی ہم امریکی نرغے میں دے دیں تو اپنی غلامی پر آخری مہر ثابت کر دیں گے۔ ابھی وقت ہے کہ ہم قومی عزم اور قومی غیرت کو للکاریں۔ اس کے لیے فوج اور عوام میں حائل کی جانے والی خلیج کو مٹانے کی ضرورت ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ ملک کی آزادی و خودمختاری اور اس کے اسلامی تشخص کو محفوظ کرنے اور دشمن کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے فوج اور عوام ایک ہو جائیں۔

خطرات کے اس ہجوم میں متحدہ مجلس عمل کا قیام امید کی ایک کرن ہے۔ آج سے ایک سال قبل اسلام آباد میں چھ جماعتوں کے سربراہوں نے ایک اعلان پر دستخط کیے اور اس کے ذریعے انھوں نے اندرونی اور بیرونی سازشوں کا مقابلہ کرنے اور پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرنے کے لیے مشترکہ جدوجہد کا فیصلہ کیا۔

سب نے اتفاق کیا کہ مشترک بنیاد کے طور پر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ اس طرح انھوں نے اس پروپیگنڈے کا مثبت جواب دے دیا کہ مختلف مکاتب فکر کے لوگ کسی ایک موقف پر متحد نہیں ہو سکتے۔ یہ اتحاد الحمدللہ اب آگے بڑھ رہا ہے۔ مشترکہ دستور اور مشترکہ انتخابی منشور منظور ہو چکا ہے۔ مرکزی سطح کی تنظیم مکمل ہو گئی ہے اور صوبائی اور ضلعی تنظیمیں ان شاء اللہ جولائی کے پہلے ہفتے تک مکمل ہو چکی ہوں گی۔ رابطہ عوام کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مینار پاکستان میں عظیم الشان کشمیر کانفرنس میں کشمیریوں کی جدوجہد آزادی اور جہاد کشمیر کے ساتھ یک جہتی کا اعلامیہ پڑھ کر سنایا گیا اور اس کی منظوری حاصل کی گئی۔ متحدہ مجلس عمل ان شاء اللہ دشمن کی کھڑی کی گئی تعصبات کی دیواروں کو گرانے کا سبب بنے گی۔ ان دیواروں کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ صدیوں تک اغیار نے انھیں پختہ کرنے اور مسلمانوں کو مستقل طور پر ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لیے ان دیواروں کو اُونچا کرنے کا کام کیا ہے۔ لیکن الحمدللہ بیداری کے اس دور میں ان لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو ان سازشوں کے مضمرات کو جانتے ہیں اور اتحاد کی برکات سے واقف ہیں۔ چیلنج اتنا بڑا اور خوف ناک ہے کہ الگ الگ اس کا مقابلہ ناممکن ہے۔ لسانی' علاقائی' نسلی اور

فرقہ وارانہ اختلافات سے بالاتر ہونے کے علاوہ اُمت مسلمہ کے لیے بچاؤ کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

خوش قسمتی سے عوام میں یہ شعور بیدار ہو چکا ہے اور دینی جماعتوں کی قیادت اور اُن کے کارکنوں پر عوام اتحاد کے لیے دباؤ ڈال رہے ہیں۔ قیادت کے اندر خود بھی اتحاد کی ضرورت کا ادراک موجود ہے۔ چند سالوں کے باہمی رابطے کے نتیجے میں دینی زعما میں باہمی اعتماد اور بے تکلفی پیدا ہوئی ہے۔ یہ بے تکلفی بدظنی کو ختم کرنے اور حسن ظن پیدا کرنے کا موجب بنی ہے۔ مشترکہ جدوجہد کے نتیجے میں ان شاء اللہ یہ حسن ظن کارکنوں تک پہنچ جائے گا اور انتخابی مہم میں ایک نشان کے تحت شریک ہونے کے نتیجے میں دینی جماعتوں کا ایک متحدہ تشخص اُبھرے گا۔ ان شاء اللہ اس مشترکہ جدوجہد کے نتیجے میں علاقائی اور لسانی تعصبات ماند پڑ جائیں گے۔

اس کے لیے دینی جماعتوں کی قیادت کے ساتھ ساتھ کارکنوں پر بھی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ آپس میں گہرے دوستانہ روابط قائم کریں۔ ایک دوسرے کی مساجد' مدارس اور نشست گاہوں میں بلاروک ٹوک آمدورفت جاری رکھیں' باہمی تحفے تحائف کا تبادلہ کریں اور مشترک موضوعات پر گفتگو کے ذریعے خوش گوار ماحول پیدا کریں۔ اختلافی موضوعات پر گفتگو سے احتراز کریں۔ ایک دوسرے کی عیادت کریں' تعزیت کی مجالس میں شرکت کریں اور عوام الناس کو اتحاد کی برکات سے آگاہ کریں۔

اس موقع پر مشرف حکومت کو متحدہ مجلس عمل کی قیادت کے ساتھ درج ذیل ایجنڈے پر کھلے دل سے گفتگو کا آغاز کرنا چاہیے:

- آئین پاکستان کی بحالی' جو اسلام' پارلیمانی جمہوریت' بنیادی حقوق' مرکز اور صوبوں میں اختیارات کی تقسیم (وفاقیت) اور صدر اور وزیراعظم کے درمیان اختیارات کی تقسیم کی متفق علیہ قومی بنیاد فراہم کرتا ہے۔
- اس آئین میں ردوبدل سے احتراز کیا جائے۔
- نیشنل سیکورٹی کونسل قائم کرنے کے خیال کو ترک کر دیا جائے۔
- آزادانہ انتخابات کرانے کے لیے الیکشن کمیشن کی ازسرنو تشکیل کی جائے۔
- کشمیری مجاہدین کا ساتھ دیا جائے اور کشمیر پالیسی میں تبدیلی سے گریز کیا جائے۔
- پاکستان میں امریکی فوجی اڈے اور امریکی ایف بی آئی کے مراکز ختم کر دیے جائیں۔
- ذرائع ابلاغ کی اصلاح کی جائے اور انھیں اسلامی تعلیمات کے مطابق بنایا جائے۔
- نصاب تعلیم میں ردوبدل کرنے کے غیرملکی دباؤ کو مسترد کیا جائے اور تعلیم کو اسلامی نظریے سے مکمل

طور پر ہم آہنگ کر دیا جائے۔

- پرویز مشرف صاحب چیف آف اسٹاف آرمی کا عہدہ اپنے کسی معتمد ساتھی کے حوالے کر دیں۔
- حاضر سروس فوجی افسران کو فوجی ڈیوٹیاں سرانجام دینے کے لیے واپس بلا لیا جائے۔

اگر پرویز مشرف صاحب اس ایجنڈے پر متحدہ مجلس عمل کی قیادت کے ساتھ متفق ہو جائیں تو ملک و قوم کو درپیش چیلنج کا ان شاء اللہ مل کر مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح انھیں قوم کا خوش دلانہ تعاون حاصل ہو سکتا ہے اور ہم بیرونی سازشوں کا شکار ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ اس سے فوج اور عوام میں افتراق پیدا کرنے کی سازشیں دم توڑ دیں گی اور پاکستان اُمت مسلمہ کے لیے ایک ناقابل تسخیر حصار بن کر اُبھرے گا۔

افغانستان کے حالات میں بھی ایک پہلو سے ہمارے لیے رہنمائی ہے۔ وہاں حال ہی میں لویہ جرگہ منعقد کیا گیا ہے۔ امریکی ڈالروں اور سنگینوں کے سائے میں منعقد ہونے والا لویہ جرگہ ایک تماشا تھا۔ اگرچہ علامہ اقبالؒ نے تو مغربی جمہوری نظام کو بھی تماشا قرار دیا تھا:

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اقبال کا منشا یہ تھا کہ انسان کو جو چیز ظلم سے باز رکھتی ہے وہ اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود کی پابندی ہے۔ افغانستان میں طالبان نے بساط بھر کوشش کی تھی کہ حق حکمرانی کو شریعت کے حدود کا پابند بنا دیں۔ اس سے وہاں عدل و انصاف قائم تھا جس کا پھل جان' مال اور عزت و آبرو کا تحفظ تھا۔ طالبان کے زیر کنٹرول علاقے میں مثالی امن قائم ہو گیا تھا۔

افغان معاشرے میں مسجد اور ملا کو مرکزیت حاصل ہے۔ طالبان حکومت کو مسجد اور ملا کی پشت پناہی حاصل تھی۔ یہ ادارہ ملک کے دُور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ہر محلے اور ہر گلی کوچے میں مسجد' امام' خطیب' مدرسہ' طالب علم اور ان کے متعلقین کا جال بچھا ہوا ہے۔

طالبان کے دور حکومت کے مثالی امن کا بنیادی سبب مسجد اور ملا' امام و خطیب و مقتدی کے اس روحانی نظام اور حکومت کے درمیان مضبوط رابطہ تھا۔ ڈالروں اور سنگینوں کے زیر سایہ جو حکومت قائم ہو گی وہ اس ادارے کے خوش دلانہ تعاون سے محروم ہو گی۔ اس وقت افغانستان میں شدید افراتفری اور بدامنی پھیل گئی ہے۔ چند بڑے شہروں پر غیر ملکی فوج کا قبضہ ہے۔ ملک کے طول و عرض میں ڈاکوؤں کا راج ہے۔ غیر ملکی قابض افواج کے خلاف آئے دن کارروائیاں ہو رہی ہیں اور اصلاح احوال کی صورت دُور دُور تک نظر نہیں

آتی۔ جب تک ملک کے علما اور روحانی قیادت کو دوبارہ اعتماد میں نہیں لیا جائے گا اس وقت تک کسی موثر حکومت کا کوئی امکان نہیں ہے۔

پاکستان میں بھی علما و مشائخ اور مسجد و مکتب کا یہ نظام موجود ہے۔ اگرچہ اس کا اثر و رسوخ اتنا ہمہ گیر نہیں ہے جتنا کہ افغانستان میں ہے' تاہم اگر حکومت کی سرپرستی انھیں حاصل ہو جائے اور یہ حکومت سے خوش دلانہ تعاون کے لیے تیار ہو جائیں تو امن و امان کا مسئلہ' تعلیم و تربیت کو عام کرنے کا مسئلہ' بستیوں اور گلی کوچوں کی صفائی کا مسئلہ اور لوگوں کو بنیادی ضروریات فراہم کرنے کا مسئلہ حکومت اور مسجد و مکتب کے تعاون سے حل ہوسکتا ہے۔ یہ مقاصد حاصل کرنے کے لیے متحدہ مجلس عمل کا قیام ایک اہم پیش رفت ہے۔

متحدہ مجلس عمل کو ایک ہمہ گیر قومی پلیٹ فارم بنانے کے لیے محنت کی ضرورت ہے۔ اس میں اگر ایک طرف اعلیٰ ماہرین اور نیک نام سماجی اور سیاسی شخصیتوں کو شامل کرنا ضروری ہے تو دوسری طرف ان علما و مشائخ کا خوش دلانہ تعاون حاصل کرنا بھی ضروری ہے جو اس میں شامل کسی بھی جماعت کے دائرے میں شامل نہیں ہیں۔ اس طرح کے ماہرین اور علما و مشائخ کو شامل کرنے کے لیے راستہ نکالنا اور انھیں قیادت میں جگہ دے کر وسیع مشاورت میں شامل کرنا اصلاح احوال میں مفید ہوگا۔

خواص اور مختلف فنون کے ماہرین کے علاوہ عوام الناس کے ساتھ قریبی رابطہ قائم کر کے انھیں ووٹ دینے پر آمادہ کرنا اس مفروضے کو توڑنے کے لیے ضروری ہے کہ عوام دینی جماعتوں کو حکومت قائم کرنے کے لیے ووٹ نہیں دیتے' اگرچہ ان کی ایک تعداد مختلف ایشوز کے حوالے سے ان کے کہنے پر سڑکوں پر آجاتی ہے۔ اس مفروضے کو توڑنے کے لیے گھر گھر انتخاب کے حوالے سے رابطہ کرنا' انتخابی منشور کو ایک ایک فرد تک پہنچانا اور اسلامی نظام کی برکات سے لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔

مینار پاکستان پر منعقدہ ۱۶ جون ۲۰۰۲ء کی کشمیر کانفرنس نے جمود توڑ دیا ہے۔ عوام جس بڑی تعداد میں اس میں شریک ہوئے ہیں اس کی مثال گذشتہ ۲۰ سال کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ملکی معاملات سے لوگوں کی عدم دل چسپی اور لاتعلقی اصلاح کے کام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لاتعلقی کو دُور کرنے کے لیے دینی حوالے سے قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں لوگوں کو تحرک کی برکات سمجھانے کی ضرورت ہے۔

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ
اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا
قَلِيْلٌ ○ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ؕ

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○ (التوبہ ۹:۳۸'۳۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو' تمھیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا؟ ایسا ہے تو تمھیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔ تم نہ اُٹھو گے تو خدا تمھیں دردناک سزا دے گا' اور تمھاری جگہ کسی اور گروہ کو اُٹھائے گا' اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے' وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (التوبہ ۹:۴۱)

نکلو' خواہ ہلکے ہو یا بوجھل' اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ' یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

حضور نبی کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

لَغَدْوَةٌ او رَوْحَةٌ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

اللہ کے راستے میں صبح کا ایک چلنا یا شام کا ایک چلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

لوگوں کی اصلاح اور قومی مفاد کی خاطر اور ظلم کا نظام مٹانے اور عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کی خاطر' لوگوں کی مایوسی دُور کرنے اور ان کے سینوں میں اُمید کا چراغ روشن کرنے کے لیے سعی و جہد کا دنیا میں بھی اجر ملے گا اور آخرت میں بھی۔ یہی تحرک بیداری پیدا کرنے کا سبب بھی بنے گا۔

اس وقت دینی جماعتوں کے اتحاد کے ذریعے تمام مسجدوں کے دروازے تمام دینی جماعتوں کے کارکنوں کے لیے کھل گئے ہیں۔ ائمہ اور خطبا کے لیے موقع ہے کہ آپس کے روابط کو مزید گہرا کریں۔ دینی جماعتوں کے کارکنوں کا بھی فرض ہے کہ اس موقع کا بھرپور فائدہ اٹھائیں اور عوام الناس کو اپنا ہم نوا بنانے کے لیے اپنا فرض ادا کریں۔

جہاد کا حقیقی مفہوم عدل و انصاف کے قیام کے لیے مسلسل حرکت میں رہنا ہے۔ جہاد مسلمان کا طریق زندگی ہے۔ الجهاد ماضٍ الى يوم القيمة ' جہاد قیامت تک جاری رہے گا کا یہی مفہوم ہے۔

بیدل کا مشہور شعر ہے:

موجیم کہ آسودگی ما عدم ماست
ما زندہ ازا نیم کہ آرام نہ گیریم

ہم ایسی موج کے مانند ہیں کہ اگر ٹھیر جائیں تو معدوم ہو جائیں۔ ہماری زندگی کا راز مسلسل حرکت میں ہے۔

آمرانہ نظام قائم کرنے کے خواہش مند فوجی جرنیل خاموش اکثریت کا حوالہ دے کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سیاسی اور دینی جماعتوں کو قوم کی حقیقی نمایندگی حاصل نہیں' کیونکہ قوم کی بڑی اکثریت خاموش ہے۔ اس ''خاموش اکثریت'' کی خاموشی کو توڑنے کی ضرورت ہے جو اپنی بے عملی کو چھپانے کے لیے یہ جملہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم سیاست میں نہیں ہیں۔ سیاسی امور سے لاتعلقی کا مطلب قومی امور سے اور اصلاح احوال کی کوششوں سے لاتعلقی ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے معاشرے کی اصلاح کی خاطر اجتماعی فریضے میں اپنا حصہ ادا کرنے سے لاتعلقی کا اعلان کوئی خوبی نہیں بلکہ عیب ہے۔ سیاسی معاملات سے عدم دل چسپی ایک ایسا روگ ہے جو ہماری قومی زندگی میں سرایت کر چکا ہے۔ اگرچہ اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جنھوں نے فریب' جھوٹ اور مکر کو سیاست کا نام دے دیا ہے لیکن عوام الناس کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ سیاست قومی معاملات کی اصلاح کا نام ہے اور یہ ایک اجتماعی دینی فریضہ ہے۔ اسلامی حکومت کا قیام حضور نبی کریمؐ کی سنت ہے اور اسلامی حکومت کے قیام کی کوششوں میں ہر مسلمان کو شریک ہونا چاہیے:

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما زنام مصطفیٰ است
در شبستان حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید
از کلید دین در دنیا کشاد
ہمچو او بطن ام گیتی نزا

مسلمان کے دل میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رچی بسی ہے۔ ان کی نسبت سے ہماری آبرو قائم ہے۔ انھوں نے حرا کی تاریکیوں میں خلوت اختیار کی تو وہاں سے نکل کر قوم و آئین اور حکومت بنائی۔ انھوں نے دین کی چابی سے دنیا کا دروازہ کھولا۔ اس کائنات میں ان کی سی شان والا کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا۔

دین و سیاست الگ نہیں ہیں بلکہ دین دنیا کی زندگی گزارنے کا سلیقہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے جنھوں نے جہد مسلسل کے ذریعے اسلامی حکومت قائم کر کے عدل و انصاف کا بول بالا کیا۔